

قربانی، فدایت کا بہترین نمونہ

مولانا مصلح الدین قاسمی

تصور کیجئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کا، کیسی آزمائش کی گھڑی رہی ہوگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جب نمرود نے دہکتی ہوئی آگ تیار کرائی تھی، ایک طرف نایمرد اور اس کے وہ چیلے چپالے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں چلنے کا تماشہ دیکھنے کے لیے بے تاب تھے، اور دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عشق حقیقی تھا جو بار بار آگ میں کودنے کے لیے کچوکے لگا رہا تھا، بالآخر نبی موصوف بے دھڑک آگ میں کود پڑے، اور خدائی فرمان یَسَارُ کُوْنِیْ بُرْدًا وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ (اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بن جا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر) کے آگے آگ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی، اور دنیائے دیکھا کہ آتش نمرود میں عشق حقیقی کس طرح پنپتا اور پروان چڑھتا ہے۔ سچ ہے.....

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایمان پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

پھر تصور میں لائیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدایت کا حکم ہوتا ہے اپنی بیوی اور بچے کو اس سنسان وادی میں چھوڑ کر آئیے جہاں نہ آدم نہ آدم زاد، ایسا دیرانہ جہاں صرف چلچلاتی دھوپ ہے، نہ کھانا ہے نہ پانی، نہ کوئی قریب اور عزیز، نہ کوئی خبر گیری کرنے والا اور نہ کوئی راہ گیر، جہاں نہ اپنوں کا معلوم اور نہ بیگانوں کی خبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کا حکم پاتے ہی بیوی اور بچے کو اس مجلسی ہوئی پہاڑیوں اور کھانے پانی سے خالی وادی میں چھوڑ کر آگئے، یہ بالکل نہ سوچا کہ اس جہنم کی وادی میں متاکی ماری ایک ماں اور شیر خوار بچے کا کیا ہوگا۔ بس خدا کا حکم ملتے ہی تعمیل کے لیے فوراً تیار ہو گئے اور حکم کو تجسیمی شکل دینے میں ذرہ برابر بھی تاخیر نہ کی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے ننھے منے بچے پر اس وحشت ناک وادی میں کیا گزری؟ یہ بھی تاریخ کا ایک باب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی فدایت کا مظہر ہے۔

اس جہنم کی وادی میں وہ شیر خوار بچہ جب زمین سے اڑیاں رگڑتا تو ماں تڑپ تڑپ کر کبھی صفا کی طرف دیکھتی

کہ شاید کوئی قافلہ نظر آجائے اور پانی مل جائے، اور کبھی دوڑتی ہوئی مرقہ پر چڑھتی کہ شاید ادھر کوئی قافلہ گذرتا ہوا دکھائی دے، پھر بھاگی بھاگی بچے کو دیکھنے آتی کہ کس حال میں ہے، اُس معصوم کو دیکھ کر پھر پانی کی تلاش میں صفا و مرقہ کا چکر لگاتی، اور جب امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تو بے قرار ہو جاتی، کلیجے منہ کو آنے لگتے، تا آنکہ اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لاڈلے کی اڑیوں کی رگڑ سے پانی کا چشمہ جاری فرمادیا جو ”زمزم“ کے نام سے مشہور ہے، اور اُس وقت سے اب تک اسی طرح جاری ہے۔

اللہ اکبر! فدائیت کا یہ نمونہ اب کون پیش کر سکتا ہے کہ ابھی ایک امتحان ختم نہیں ہوا کہ دوسرا شروع ہو گیا، جب بچہ بڑا ہو گیا اور بوڑھے باپ کو کچھ سہارا دینے کے لائق ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے لاڈلے کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں، چوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی کے درجے میں ہوتا ہے اس لیے صبح اٹھتے ہی اُس خواب کا تذکرہ اپنے بیٹے سے کیا، اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ہچکچاہٹ اور سراپمگی نہیں ہوئی، اور نہ ہی کوئی قلق ہوا؛ کیوں کہ ان کا قلب حب خدا سے سرشار تھا اور بطور امتحان بیٹے سے سوال کیا تمہاری رائے اس کے بارے میں کیا ہے؟۔

یہاں کسی شخص کے دل میں یہ غلبان پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدائی حکم کی تعمیل کرنا بیٹے کے اتباعی جواب پر منحصر تھا؟ ایسی کوئی بات نہیں؛ بل کہ ان سے صلاح و مشورے میں بہت سارے اسرار و حکم پنہاں ہیں: پہلی حکمت یہ تھی کہ ان میں اطاعتِ خداوندی کا جذبہ و ولولہ کس حد تک ہے یہ بات کھل کر سامنے آجائے، نیز ان کے حوصلے کو بھی پرکھنا اور جانچنا مقصود تھا۔ دوسری حکمت یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ اسے قبول کریں گے تو مستحقِ اجر ہوں گے، تیسری حکمت یہ تھی کہ عین ذبح کے وقت ممکن تھا کہ محبتِ پدری، محبتِ طبعی اور تقاضائے انسانی فعلِ مامور میں آڑے نہ آجائے، اس وجہ سے نبی موصوف نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ لیا تھا۔ قرآن کریم نے اس واقعے کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَابُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ؟ قَالَ يَٰأَبَتِ افْعَلْ مَا تَأْمُرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ

”سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا: برخوردار! میں دیکھتا ہوں کہ تم کو (باہر الہی) ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے: ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجیے ان شاء اللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔“

یہ امتحان کس قدر سخت تھا اس کی طرف اشارہ خود اللہ رب العزت نے ”فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ“

سے اشارہ فرمادیا کہ ارمانوں سے مانگے ہوئے اُس بیٹے کو قربان کرنے کا حکم اُس وقت دیا گیا جب یہ بیٹا اپنے

باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا، اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آیا تھا کہ وہ قوت بازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی، اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ بالغ ہو چکے تھے۔

یوں تو ذبح کرنے کا یہ حکم براہ راست کسی فرشتے وغیرہ کے ذریعے بھی نازل کیا جاسکتا تھا، لیکن خواب میں دکھانے کی بظاہر حکمت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت شکاری اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو، خواب کے ذریعے دیئے ہوئے حکم میں انسانی نفس کے لیے تاویلات کی بڑی گنجائش تھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاویلات کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اللہ رب العزت کے حکم کے آگے تسلیم خم کر دیا اور اس امتحان میں سو فیصد کامیاب ہوئے۔

قربانی کا یہ واقعہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدایت کا مظہر ہے وہیں اس واقعے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بھی بے مثال جذبہ جاں نثاری کی شہادت ملتی ہے، اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کم سنی ہی میں اللہ رب العزت نے انھیں کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا؛ بلکہ محض ایک ایک خواب کا تذکرہ فرمایا تھا، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، اور یہ خواب بھی درحقیقت حکم الہی کی ہی ایک شکل ہے، چنانچہ انھوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکم الہی کا ذکر کیا اور والد بزرگوار کو یہ کہہ کر یقین دلایا:

يَا بَنِي اَفْعَلْ مَا تَوْمَرُ سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

”اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایتِ ادب اور غایتِ تواضع کو دیکھئے، ایک تو ان شاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا، اور اس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہو سکتی تھی اسے بالکل ختم فرمادیا، دوسرے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ ”آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے“

لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا:

”ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے“

جس سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ صبر و ضبط تھا میرا کمال نہیں ہے؛ بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گا، اس طرح آپ نے اس جملے میں فخر و تکبر، خود پسندی اور پندار کے ادنیٰ شائبے کو ختم کر کے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکسار کا اظہار فرمادیا۔ (روح المعانی، بحوالہ معارف القرآن ج ۷، ص: ۹۵۴)

اللہ رے! یہ جذبہ قربانی اور یہ فدایت، کہ بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی، اور ہائے یہ اقدام فداکاری کہ چھری

تنگ گردن رکھ دی، اور خلیل و ذبیح دونوں نے اپنا اپنا حق ادا کر دیا، قرآن نے بھی اعلان کر دیا:

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّثُوْنَا إِنَّا كَذَّا لِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (الصافات)

”تم نے خواب سچا کر دکھایا، ہم محسنین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں“

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اس میں تم نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور آزمائش میں پورے پورے کامیاب رہے، اور یہ ادا کئے قربانی اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ رہتی دنیا تک کے لیے یادگار اور قرب خداوندی کا ذریعہ بنادیا، جسے امت مسلمہ ہر سال مناتی ہے۔ اس قربانی میں درحقیقت اس عقیدے کا اعلان ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت کے حکم کے آگے اپنی عزیز سے عزیز ترین چیز قربان کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ سچ لکھا حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ نے:

”اسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے، آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا۔ اسلام کے لیے قربانیاں ہوں تو دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے، اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں بھی مٹ جاتا ہے۔“

اللہ رب العزت پوری امت مسلمہ میں جذباتی اثر و قربانی پیدا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ: دینی اداروں اور عوام کے درمیان خلیج

لیکن تمام تجاویز پر عمل کرنا ضروری بھی نہیں، ہر ادارہ حسب استطاعت جس تجویز کو بھی قابل عمل سمجھے، اسے ضرور لاگو کرنے کی کوشش کرے لیکن ہر ایک تجویز کو لاگو کرنے کے لیے حکمت عملی اور پلاننگ کی مزید تفصیل ہے، جو آپ (اہل ادارہ) اپنے ماحول کے مطابق زیادہ بہتر انداز میں ترتیب دے سکتے ہیں۔

درج بالا تمام اقدامات بلا تفریق مسلک اٹھائے جانا ضروری ہیں، اس کے ساتھ ساتھ رفہ عامہ کے ان کاموں کو بھی اللہ کی رضا اور حکم سمجھ کر کیا جائے اور کبھی کسی خدمت کا معاوضہ طلب نہ کیا جائے بلکہ سالانہ ایک مرتبہ ادارہ کے لیے تعاون کی اپیل کے علاوہ کسی قسم کا معاوضہ نہ رکھا جائے بلکہ سالانہ صرف ایک مرتبہ ادارہ کے لیے تعاون کی اپیل کے علاوہ کسی قسم کا تقاضا نہ رکھا جائے۔ زیادہ زیادہ ادارہ میں کسی مناسب جگہ پر ادارہ کے تعارف کے ساتھ اس کی ضروریات و اخراجات آویزاں کر دیئے جائیں۔ اور ادارہ کی کارکردگی اور اس کی خدمات کی تشہیر بھرپور انداز میں کی جائے زبانی چندہ بالکل نہ مانگا جائے۔ درج بالا اقدامات کو بروئے کار لانے سے امید ہے کہ نہ صرف ریاست اور ریاستی ادارے، بلکہ عوام الناس ادارے کے تحفظ و ترقی کے لیے ادارے کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور یوں ان شاء اللہ العزیز، دینی تعلیم و تعلم اور تبلیغ و اشاعت کا کام قابل تقلید طریقے سے خوش اسلوبی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جائے گا۔